مدینۃ المسیح

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے گھٹنے پر چند روز سے ایک پھوڑا نکلا ہوا ہے۔ مولوی عبدالرحیم صاحب درد کے اعزاز میں منعقدہ تقریبات میں کھڑے ہو کر تقریریں کرنے کے باعث تکلیف بڑھ گئی۔ حتےٰ کہ حضور نماز جمعہ کے لئے بھی تشریف نہ لا سکے۔ اور نماز جمعہ حضرت مولوی سید سرور شاہ صاحب نے پڑھائی ✦

درد صاحب کی آمد کے باعث ایام زیر رپورٹ میں قادیان میں خوب چہل پہل رہی۔ مدرسہ احمدیہ کی طرف سے ۲۳ر اکتوبر بعد نماز عصر ٹی۔ پارٹی دی گئی۔ اور ایڈریس پیش کیا گیا۔ مولوی صاحب نے جواب میں مناسب تقریر کی۔ حضرت اقدس خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ نے بھی تقریر فرمائی ✦

۲۴ر اکتوبر ۹ بجے صبح ہائی سکول کے اساتذہ اور طلباء کی طرف سے ٹی پارٹی دی گئی جس میں اساتذہ اور طلباء کی طرف سے علی الترتیب اُردو اور انگریزی میں ایڈریس دئے گئے۔ مولوی صاحب نے بھی علیحدہ علیحدہ جواب دئے۔ اور حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے تقریر فرمائی ✦

اسی دن ۱۲ بجے دوپہر افسران صیغہ جات صدر انجمن احمدیہ کی طرف سے مولوی صاحب کے اعزاز میں دعوتِ طعام دی گئی۔ خاں ذوالفقار علی خانصاحب نے مولوی صاحب کی خدمات کے اعتراف میں مختصر سی تقریر فرمائی جس کا جواب درد صاحب نے دیا اور حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے یہاں بھی تقریر فرمائی۔

۲۴ر اکتوبر۔ بعد نماز مغرب ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب نے درد صاحب کو دعوت طعام دی جس میں حضرت خلیفۃ المسیح کے علاوہ چند اور بزرگ بھی شامل ہوئے ✦

۲۵ر اکتوبر۔ جامعہ احمدیہ کی طرف سے ٹی۔ پارٹی دی گئی حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ نے شرکت فرمائی۔ مولوی صاحب موصوف نے ایڈریس کے جواب میں نہایت مفید تقریر کی۔ اور سیدنا خلیفۃ المسیح ثانی نے بھی تقریر کی ✦

حضرت اقدس کی یہ جملہ بصیرت افروز تقاریر انشاء اللہ شائع ہونگی ✦

۲۸ر اکتوبر ڈسٹرکٹ مسلم لیگ کے اجلاس میں شمولیت کی غرض سے خاں ذوالفقار علی خاں صاحب۔ مولوی عبدالمغنی صاحب۔ مولوی مفضل دین صاحب۔ مولوی محمد الدین صاحب۔ صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب اور قاضی محمد عبداللہ صاحب گورداسپور گئے۔ اور میر قاسم علی صاحب۔ مولوی اللہ دتا صاحب اور حافظ فضل حسین صاحب آریوں سے مباحثہ کے لئے لائل پور روانہ ہوئے۔

مولوی غلام رسول صاحب راجیکی تبلیغی اغراض کے ماتحت امرت سر شہر میں بھیجے گئے۔

مولوی محمد ابراہیم صاحب بقاپوری علاقہ سندھ سے ۲۶ اکتوبر واپس دارالامان پہنچ گئے ✦

مفتی محمد صادق صاحب چند یوم کی رخصت پر بھیرہ گئے ہوئے ہیں

۲۵ر اکتوبر انسپکٹرس صاحبہ گرلز سکول نے قادیان کے گرل سکول کا معائنہ کیا۔ اور سکول کی حالت پر اظہار خوشنودی کیا ✦

اخبار احمدیہ

بنگال احمدیہ ایسوسی ایشن کا بارہواں اجلاس

برہمن بڑیہ ۲۴ر اکتوبر

سیکرٹری صاحب بنگال پراونشل احمدیہ کانفرنس بذریعہ تار اطلاع دیتے ہیں۔ بنگال احمدیہ کانفرنس کا بارہواں سالانہ اجلاس آج شروع ہوا۔ مختلف اضلاع سے ممبر کثیر تعداد میں شامل ہوئے۔ حکیم محمد حسین صاحب قریشی لاہور سے اور ملک غلام فرید صاحب ایم اے سابق مسلم مشنری انگلستان قادیان سے آئے۔ احمدیوں کے علاوہ غیر احمدی ہندو۔ عیسائی۔ غرضیکہ ہر خیال و طبقہ کے لوگ شریک ہوئے۔ مولوی ظل الرحمن صاحب اسلام مشنری نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کی صداقت میں تقریر کی۔ اور ملک غلام فرید صاحب ایم اے نے اسلام کی دوسرے مذاہب سے حسن سلوک اور رواداری کی تعلیم کو پیش کیا۔ کل بھی کانفرنس جاری رہے گی۔ اور ۲۷ر اکتوبر کو احمدی مستورات کی کانفرنس ہوگی۔

آریہ سماج گجرات کی کانفرنس میں لیکچر

۲۳ر دسمبر بعد دوپہر

آریہ سماج گجرات کی کانفرنس میں جماعت احمدیہ کی طرف سے خاکسار نے دو مضمون پڑھے۔ آریہ سماجی لیکچرار نے اپنے آخری لیکچر میں قرآن مجید کو وید کے مقابلہ میں ادنےٰ قرار دیا۔ جس پر خاکسار نے اسی جگہ اعلان کر دیا۔ کہ پنڈت صاحب موصوف یا کوئی اور صاحب اسی وقت اس مضمون پر بحث کریں۔ کہ قرآن میں کونسی وہ خوبیاں ہیں۔ جن کا نام و نشان بھی وید میں نہیں پایا جاتا۔ پنڈت صاحب پر حیرت طاری ہو گئی۔ اور آریہ سماج نے اس وقت اپنی کمزوری کا اعتراف کرتے ہوئے وعدہ کیا کہ ۵ر نومبر کے بعد تاریخ مباحثہ مقرر کر دینگے جب میں کئی ماہ قبل کا مجوزہ مباحثہ ہوگا۔

خاکسار اللہ دتا۔ جالندھری

تبلیغی دورہ

خاکسار نے جناب مولوی محمد ابراہیم صاحب بقاپوری کے ساتھ مفصلہ ذیل مقامات کا دورہ کر لیا ہے۔ کراچی۔ حیدر آباد۔ سکھر۔ پڈیدن۔ کمال ڈیرہ۔ ٹانواے۔ لاڑکانہ۔ باڈہ وغیرہ اور اب ۱۰/۱۱ سے ضلع میرپور خاص تھرپارکر کے علاقہ کا دورہ شروع کرونگا۔ جماعتیں آگاہ رہیں۔

خاکسار عبد الغفور مبلغ سندھ

فہرست کتب

حسب الحکم حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالےٰ احباب کو سفارش کی گئی تھی۔ کہ حافظ شفیع احمد صاحب کی کتب خرید کر کے ان کے بال بچوں کی امداد کریں۔ ان کی کتابوں کی یہ فہرست ہے۔ (۱) کذابوں کا انجام عہ (۲) مرزا حیرت کا خوفناک ۸ر (۳) بخاری پارہ اول۔ دوم۔ سوم رعایتی قیمت فی پارہ ۱۰ر ملنے کا پتہ۔ برکات احمدیہ پس حافظ شفیع احمد صاحب دفتر رسالہ دستکاری کٹڑہ قطب دین۔ چاندنی چوک دہلی۔ محمد صادق ناظر امور عامہ

گمشدہ عزیز کی تلاش

خاکسار کا یتیم بھتیجا مسمی عبد الرحیم سکونتی محلہ دار الرحمت قادیان کچھ عرصہ سے مفقود الخبر ہے۔ جن ایام میں حکیم محمد عمر صاحب ضلع ملتان میں تھے کچھ عرصہ یہ لڑکا وہاں رہا۔ پھر خبر لگی۔ کہ سٹیشن مخدوم پور پہوڑاں ضلع ملتان میں چوہدری اللہ دتا صاحب احمدی - - - - - - - - کے ہاں زمینداری میں ملازم ہو گیا ہے۔ مگر خط و کتابت سے کچھ پتہ نہیں چلا۔ حلیہ یہ ہے۔ قد قریباً ۵ فٹ۔ عمر قریباً ۱۹۔۲۰ برس۔ رنگ سفیدی مائل گندمی۔ جسم درمیانہ مضبوط۔ چہرہ پر چھوٹے چھوٹے تین داغ (ل سیاہ) جس دوست کو کچھ علم ہو۔ اطلاع دے۔ عاجز صوفی محمد صالح قادیان

درخواست ہائے دعا

۱۔ میں ان دنوں ایک ابتلا میں ہوں احباب دعا فرمائیں۔ اللہ تعالےٰ ہر قسم کے شر سے محفوظ رکھے۔ خاکسار محمد عبد اللہ نوشہرہ ججادونی۔

۲۔ میرے والد صاحب بزرگوار جناب منشی محمد اسماعیل صاحب کو پیٹ درد کی سخت شکایت ہے۔ احباب ان کی صحت کے لئے دعا فرمائیں۔ خاکسار محمد یعقوب قادیان۔

۳۔ میں بیمار ہوں۔ اور میری اہلیہ بھی بیمار ہے۔ چلنے پھرنے کی طاقت نہیں۔ تمام احباب احمدیہ اور بزرگان دردِ دل سے ہماری صحت کے لئے دست بدعا ہوں۔ سراج الحق نعمانی از سرسادہ

۴۔ خاکسار کو عرصہ ڈیڑھ ماہ سے بخار اور درد جوڑ کی شکایت ہے جمیع بزرگان سلسلہ کی خدمت میں التماس ہے۔ کہ میری صحت کیلئے دعا کریں۔ سلسلہ کے طبابت پیشہ اصحاب کی خدمت میں خصوصیت سے التماس ہے۔ کہ اگر درد جوڑ جو عموماً ایک دفعہ ایک ہی جوڑ سے ٹیس اٹھ کر نکلتا ہے کے لئے کسی مجرب دوا کا پتہ دیں تو نہایت مشکور ہونگا۔

خاکسار محمد فضل۔ عالوارد چنگا بنگیال تحصیل گوجر خان۔

۶۔ بندہ کی والدہ عرصہ سے بیمار ہے۔ احباب صحت کے لئے دعا کریں۔ شیخ عنایت اللہ موگا۔

۷۔ خاکسار نے اپیل عہدہ گرداور قانونگوے کے لئے منسٹر مال صاحب کے اجلاس میں دائر کیا ہے۔ جملہ احمدی بھائیوں کی خدمت میں درخواست دعا ہے۔ خاکسار محمد خاں پٹواری

اعلان نکاح

۲۶ر ستمبر بعد نماز مغرب حضرت مولوی سید سرور شاہ صاحب نے بابو عبد الغنی صاحب انبالہ کا نکاح مسمات غلام فاطمہ بنت میاں بلند خاں صاحب سے پانصد روپیہ مہر پر پڑھا۔ اللہ تعالےٰ فریقین کے لئے مبارک کرے۔ آمین۔ خاکسار اللہ دتا جالندھری۔ قادیان

ولادت

عاجز کو اللہ تعالےٰ نے محض اپنے فضل و کرم سے اور حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالےٰ کی دعاؤں سے ۱۲ر اکتوبر کو پہلا فرزند عطا فرمایا ہے۔ احباب مولود کے لئے دعا کریں۔ کہ اللہ تعالےٰ لمبی عمر عطا کرے اور خادم دین بنائے۔ آمین

محمد نعیم از دھوبی۔ مونگیر۔

دعائے مغفرت

میرے چچا محمد بخش صاحب انتقال فرما گئے۔ احباب مرحوم کے لئے دعائے مغفرت فرمائیں۔ خاکسار فضل الرحمن۔ سامانہ

اطلاع

ریویو اُردو کے بقایا داروں کے نام ۵ر نومبر کا رسالہ وی پی ہوگا

سرگرمیٔ کلیسۂ پولوس سرد ہو

۲۴ر اکتوبر۔ مولوی عبد الرحیم صاحب درد کے اعزاز میں افسران صیغہ جات صدر انجمن احمدیہ کی طرف سے ایک شاندار دعوت دی گئی۔ اس موقعہ پر خانصاحب ذو الفقار علی خاں صاحب گوہر ناظر اعلےٰ کی حسب ذیل نظم ایک بچے نے خوش الحانی سے پڑھی۔

اسلام کا دلوں میں ہمارے وُہ درد ہو
ہم رنگِ درد قوم کا ہر ایک فرد ہو

سرگرم ہوں اشاعتِ دیں میں ہم اسقدر
باطل کا کاروبار زمانہ میں سرد ہو

یارب ہر ایک ہم میں سے ہو پہلوانِ دیں
بوڑھا ہو یا جوان ہو۔ عورت ہو مرد ہو۔

ایمان و کفر اور حق و باطل کی جنگ میں
یارب ہر ایک ہم میں سے گرم نبرد ہو

اے قوم اٹھ کہ وسعتِ عالم کو طے کریں
تبلیغِ دیں میں ہم میں ہر اک رہ نورد ہو۔

یارب جہاں کو آتشِ عصیاں سے دے نجات
یہ آگ زمہریر ہو۔ یہ آگ برد ہو۔

پاپائے روم ہوں کہ ہوں کنٹربری کے لارڈ
منہ پر نقاب اُن کے ہو۔ اور لاجورد ہو۔

دجال بابِ لُد پہ ہو قتل۔ آفتابِ کفر
گردِ شکست و خاکِ مذلت سے زرد ہو

دنیا میں پھر ہو۔ نیرِ اسلام جلوہ گر
روئے صلیب دہر میں مدفون گرد ہو۔

ایمان کی ہو چہرۂ عالم پہ وُہ ضیا
رخسارِ دہرِ حسن میں ہم رنگِ ورد ہو

اللہ کی طرف کو کھچے ہر بشر کا دل
باکا ناس بساط پہ ہر ایک نرد ہو

گوہر عروجِ دیں سے ہو تثلیث پائمال
سرگرمیٔ کلیسۂ پولوس سرد ہو

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الفضل

نمبر ۳۵ | قادیان دارالامان مورخہ ۳۰ اکتوبر ۱۹۲۸ء | جلد ۱۶

قرآن کی مثل لانے کا خبط

مر گئے لاکھوں اسی ارمان میں

آریہ اخبار پرکاش لاہور کے مدیر شہیر بھی عجیب ذہنیت کے انسان ہیں۔ اسلام پر اُلٹے سیدھے اعتراض کرنا اور صداقت اسلام پر پردہ ڈالنے کے لئے خاک اُڑانا ان کا کام ہے۔ لیکن ویدک دھرم جس کی صداقت کے وہ مدعی ہیں۔ اسے ان زبردست اعتراضات سے بچانے کے متعلق اس قدر غافل اور بے پرواہ ہیں۔ کہ گویا کوئی اعتراض کبھی ہوا ہی نہیں۔ چند ہی دن ہوئے۔ ہم انہیں پیش نظر رکھ کر ”ویدک دھرم پر کہیں عمل نہیں“ کے عنوان سے دو زبردست مضمون شائع کر چکے ہیں۔ جن میں متعدد دلائل سے ثابت کیا گیا ہے۔ کہ آریہ سماج جس ویدک دھرم کو پیش کرتا ہے اُسے کسی اور کا قابل عمل سمجھنا تو الگ رہا۔ خود آریہ سماجی بھی اس پر عمل نہیں کر رہے بلکہ اسکے صریح اور واضح احکام کی خلاف ورزی کرتے اور اسی خلاف ورزی کو رائج کرانا چاہتے ہیں۔ مگر دوسری طرف یہ کوشش ہے۔ کہ اسلام کا مقابلہ کیا جائے۔ اور مقابلہ بھی ایسا جو آج تک باوجود سر توڑ کوششیں کرنے کے ساری دنیا سے نہ ہو سکا۔ یعنی وہ چاہتے ہیں۔ کوئی ایسی کتاب ہونی چاہیئے۔ جسے قرآن کے فأتوا بسورة من مثله کے جواب میں پیش کیا جا سکے۔ چنانچہ اخبار پرکاش لکھتا ہے۔

”کیا جہاں مسلمانوں کے دیگر اعتقادوں اور دعاوی کا کھنڈن کیا جاتا ہے۔ اور بہت حد تک کیا جا چکا ہے۔ وہاں یہ معمولی بات کہ قرآن جیسی کوئی کتاب یا اس کی مانند کوئی سورۃ لاؤ۔ قطعی طور پر حل نہیں کی جا سکتی؟“

اس مشکل کے حل کے لئے آپ تجویز کرتے ہیں۔ کہ

”آریہ سماج ایسے چند آدمی جو عربی زبان میں ماہر ہوں۔ اور ایام جاہلیتِ عرب کی عربی سے واقف ہوں۔ جمع کرے۔ اور ان سے اپنی نگرانی میں ویدوں کا اعلےٰ عربی زبان میں ترجمہ کرا دے۔ جس سے دو کاج بر آئیں گے۔ اول ویدوں کے عربی ترجمہ ہو جانے کے باعث عرب میں بہت آسانی سے پرچار ہو سکیگا۔ دوم وہی عربی ترجمہ مثیل قرآن ہونے کا کام بھی دے گا“۔

ناظرین یہ الفاظ پڑھیں۔ اور مدیر پرکاش کی حواس باختگی کی داد دیں۔ قرآن کریم کا یہ چیلنج ساڑھے تیرہ سو سال سے دنیا کے سامنے پیش ہے۔ اور اس کے سب سے پہلے مخاطب عرب کے وہ لوگ تھے۔ جو اپنی فصاحت و بلاغت اور عربی علم ادب میں یکتائے روزگار تھے۔ جو اپنی زباندانی پر بجا طور پر فخر کرتے تھے۔ اور جن کی تصانیف و اشعار آج بھی عربی علم ادب کا بہترین سرمایہ مانے جاتے ہیں۔ پھر وہ لوگ بوجہ قرب زمانہ اسلام کے سخت ترین دشمن تھے۔ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نیچا دکھانے کے لئے ہر تکلیف اور مشقت کو بطیب خاطر برداشت کرنے کے لئے ہر وقت آمادہ رہتے تھے۔ اس کے علاوہ وہ لوگ حمایتہ کرشن اور اس کے بھائی بندوں سے ہزاروں گنا زیادہ بہادر۔ حوصلہ مند اور غیور تھے۔ اور اپنی آن کو قائم رکھنے کے لئے جان تک دیدینے سے قطعاً دریغ نہیں کرتے تھے۔ وہ اس امر کو بخوبی محسوس کرتے تھے۔ کہ قرآن پاک کے اس کھلے چیلنج اور دعوے کے مقابلہ میں ان کا عجز ان کی خطرناک ترین تذلیل اور ہتک ہے۔ لیکن وہ بے بس تھے۔ قرآن پاک کا جواب ان کے بس کی بات نہ تھی۔ وہ اسلام کو اعتراف شکست پر مجبور کرنے کے لئے اپنی جانوں کی بازی لگا سکتے تھے۔ اپنے بیوی بچوں اور اہل و عیال کو اپنے ہاتھوں ذبح کر سکتے تھے۔ اپنے املاک سے بخوشی دست بردار ہو سکتے تھے۔ غرضکہ سب کچھ کر سکتے تھے۔ اور تاریخ شاہد ہے۔ کہ انھوں نے ایسا کیا لیکن اگر نہیں کر سکتے تھے۔ تو یہی۔ کہ قرآن پاک ایسی شان کی ایک سورۃ تو کیا ایک فقرہ بھی پیش کر سکیں۔

اس کے بعد اس ساڑھے تیرہ سو سال کے مدید عرصہ میں بے شمار معاندین اسلام پیدا ہوئے۔ جنہوں نے اسلام اور مسلمانوں کو سخت سے سخت نقصان پہونچائے۔ لیکن دنیا شاہد ہے۔ کہ قرآن پاک کے اس دعوے کی ان میں سے کوئی بھی تغلیط نہ کر سکا۔

ان حالات میں لجارنت کے ان سپوتوں کی حوصلہ مندی قابل دید ہے۔ جن کی بد مذاقی کا یہ عالم ہے۔ کہ عربی علم ادب پر کامل عبور تو خیر بڑی بات ہے۔ کوئی دو چار ایسے انسان بھی پیدا نہ کر سکے۔ جو عربی زبان کے الفاظ صحیح طور پر ادا کرنے کی اہلیت ہی رکھتے۔ لیکن دعوے یہ ہیں۔ کہ

”چند آدمی جو عربی زبان میں ماہر ہوں۔ اور ایام جاہلیت عرب کی عربی سے واقف ہوں۔ جمع کر کے قرآن کی مثل تیار کریں“۔

ارے عقل کے اندھو! اتنا تو سوچو۔ جب وہ لوگ کہ عربی جن کی مادری زبان تھی۔ اور جو تم سے زیادہ قرآن کا جواب لانے کے لئے حریص تھے۔ اس امر میں اپنی بے چارگی کے اعتراف پر مجبور ہوئے تو تمہاری ہستی ہی کیا ہے۔ کہ ان کی تصانیف اور اشعار سے زبان عربی سیکھ کر تم وہ کام کرنے کے خواب دیکھ رہے ہو۔ جنہیں وہ خود نہ کر سکے۔ باقی رہا ویدوں کا ترجمہ ہو جانے کے بعد قرآن کا مثیل ہونے کا کام دینے کا معاملہ۔ یہ ایک ایسی بات ہے۔ کہ اسے پیش کرتے ہوئے مدیر پرکاش کو خود شرم آنی چاہیئے تھی۔ ویدوں کی تعلیم تو وہی ہے نا جو سوامی دیانند صاحب نے ستیارتھ پرکاش میں پیش کی ہے۔ اور جسے خود آریہ عملی طور پر چھوڑ رہے ہیں۔ کئی ایک باتوں کو کلیتہً ترک کر چکے ہیں۔ اور کئی ایک چھوڑنے کی تیاریاں کر رہے ہیں۔ اسے قرآن پاک کے مقابل کس منہ سے پیش کیا جا سکتا ہے۔ اس کے سوا ویدوں میں اور بھی جو کچھ ہے۔ اسے پیش کر دو۔ ہم تو خود مدت سے ویدوں کا ترجمہ دیکھنے کے مشتاق ہیں۔ اور کئی بار آریوں کو اس کی طرف توجہ دلا چکے ہیں۔ کیا ہی اچھا ہو۔ اگر وہ جلد سے جلد ترجمہ پیش کر دیں۔

تیل کھائیں اور گلگلوں سے پرہیز

کسی گذشتہ پرچہ میں یہ اطلاع دی جا چکی ہے۔ کہ کانگریس کمیٹی نے سرکاری درباروں میں شمولیت سرکاری حکام کے ہاں حاضر ہونے۔ گورنروں کے استقبال، سرکاری پارٹیوں اور دیگر تقریبات میں جانے کی اجازت دے دی ہے۔ لیکن تعجب ہے۔ کہ کانگریس کمیٹی کے اس متفقہ فیصلہ کے باوجود بہت سے ایسے لوگ جو کانگریس کمیٹی کے روح رواں سمجھے جاتے ہیں۔ سائمن کمیشن کا بائیکاٹ کرانے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں۔ اس پر طبعاً سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ وہی لوگ جو گورنروں کے درباروں میں حاضر ہونے کو جائز اور درست تسلیم کرتے ہیں۔ وہ سائمن کمیشن سے عدم تعاون کرنے میں کس طرح حق بجانب قرار دئے جا سکتے ہیں۔

عجیب بات ہے۔ جو لوگ عملی طور پر ہندوستان کو محکوم بنائے رکھنے کے لئے ذمہ دار ہوں۔ اور جن کے ہاتھوں ہندوستانیوں کی وہ مغز رسنہ توہین و تذلیل ہو رہی ہو۔ جن سے ہندوستانی راہ نما نعل در آتش ہو رہے ہیں۔ ان سے تو تعاون کیا جا رہا ہے اور اس کمیشن سے جو ان کو مزید مراعات عطا کرنے اور سوا راج کی منزل سے قریب تر کرنے کی غرض سے آیا ہے۔ عدم تعاون کیا جا رہا ہے۔ اس صورت میں کانگریسی ذہنیت پر کسے افسوس نہ آئیگا۔

نیز اس سے یہ بھی معلوم ہو سکتا ہے۔ کہ سائمن کمیشن کا بائیکاٹ کرانے والوں کے پاس اس کی کوئی معقول وجہ موجود نہیں۔ اور وہ بغیر سوچے سمجھے اور جذبات سے متاثر ہو کر ایسا کر رہے ہیں۔

ویدک دھرم میں عورت کی پوزیشن

یہ ایک حقیقت ہے۔ جس سے کوئی سلیم الطبع انکار نہیں کرسکتا۔ کہ اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے۔ جس میں طبقۂ نسواں کو جملہ انسانی حقوق عطا کئے گئے ہیں۔ اس کے مقابلہ میں ہندو دھرم میں عورت کی جو پوزیشن ہے۔ اس کا اندازہ کرنے کے لئے صرف یہی ایک امر کافی ہے کہ عورت کے ورثاء اس کی منظوری اور علم کے بغیر جب کسی مرد کے ساتھ اسے بیاہ دیں۔ تو خواہ کیسے ہی ناخوشگوار حالات پیش آئیں۔ اور اسے کس قدر ناقابل برداشت تکالیف کا سامنا ہو۔ وہ کسی صورت میں بھی اس سے علیحدگی اختیار نہیں کرسکتی۔ بلکہ اس کی موت کے بعد بھی اس کا کسی دوسرے شخص سے شادی کرنا مذہباً ممنوع اور سوامی دیانند صاحب نے اسے شودر بنا دیتا ہے۔ لیکن اس بین تفاوت کے باوجود آریہ اخبار "گورو گھنٹال" (۲۱-اکتوبر) کمال ڈھٹائی سے لکھتا ہے:۔

"ترکی عورتوں نے مردوں کی فوقیت سے آزادی حاصل کرلی ہے۔ مصری عورتیں بھی اس کے لئے جدوجہد کرنے میں مصروف ہیں۔ چنانچہ ان کی طرف سے مطالبہ کیا گیا ہے۔ کہ طلاق کے بارہ میں مصری عورتوں کو بھی مردوں کے مساوی حقوق ملنے چاہئیں۔ ہندوستان کی مسلمان عورتو۔ کچھ تم بھی ہلو جلو۔ زمانہ جدوجہد کا ہے"۔

مہاشہ صاحب۔ اسلام نے عورتوں کے مطالبہ کے بغیر ہی ان کو انسانی حقوق عطا کر رکھے ہیں۔ اور ایک مسلمہ کو ناخوشگوار واقعات کے پیش آنے پر خاوند سے علیحدگی کی اجازت دی ہے۔ یہ علیحدہ بات ہے۔ کہ آپ اپنی جہالت کے باعث اس سے ناواقف ہوں۔ اس لئے کیا ہی اچھا ہو۔ کہ آپ مسلمان عورتوں کی بجائے ان ہندو دیویوں کو "ہلو جلو" کا اپدیش دیں۔ جن کی عبرتناک اور دلدوز داستان سے آئے دن گورو گھنٹال کے صفحات پر کئے جاتے ہیں۔ اور جو نہایت ہی خطرناک اور مصائب و تکالیف سے پُر زندگی محض اس لئے بسر کر رہی ہیں۔ کہ ویدک دھرم میں اس کا کوئی علاج نہیں۔ اور جن سے متاثر ہو کر آپ لوگ اب اپنی مذہبی تعلیم کو ٹھکرانے پر مجبور ہو رہے ہیں۔

(ایڈیٹر)

شدھی کا انجام

آریہ سماج کی ظاہری شکل و شباہت اور ٹیپ ٹاپ خواہ کس قدر نظر فریب ہو انکی اصلی صورت اور اندرونی حالت اسقدر گھناؤنی اور نفرت انگیز ہے کہ نزدیک سے دیکھنے والے اس سے کبھی مانوس نہیں ہوسکتے۔ اور یہی وجہ ہے۔ کہ وہ فریب خوردہ نوجوان جو شدھی پر فریفتہ ہو کر ویدک دھرم میں داخل ہو جاتے ہیں۔ باوجود ان آسائشوں اور تن آسانیوں کے جن کا سامان آریہ سماج کی طرف سے انکے لئے خاص طور پر مہیا کیا جاتا ہے۔ بہت جلد سماج سے انقطاع تعلق پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ خود آریہ سماجی لیڈر اس حقیقت سے اچھی طرح آگاہ ہیں۔ چنانچہ ایک مشہور سماجی لیڈر پرتاپ (۱۸ اکتوبر) میں لکھتے ہیں:۔ "ان کی (شدھ شدہ لوگوں کی) تعداد کم از کم ۵۰۰ تو ہوگی۔ مگر ان میں سے مجھے ۲۰ نام تو گنا دیجئے۔ جو آج بھی ہندو ہوں۔ کیا وہ سب کے سب واپس نہیں لوٹ گئے ...... ہمارا دعوٰے ہے کہ ۹۵ فیصدی لوگ واپس چلے گئے ہیں"

دہلی کے جلسوں میں "مولانا" ظفر علی کو جو "فتح" نصیب ہوئی۔ اس کی تفصیلات دوسروں کی زبانی تو ناظرین کرام سن چکے اب فاتح کے نقارچی "زمیندار" کی زبانی بھی سن لیجئے۔ اور اس کی نمک حلالی کی داد دیجئے۔ فرماتے ہیں:۔

"جب شور و غوغا حد سے بڑھ گیا۔ اور ہر طرف سے یہ آواز بلند ہوئی۔ کہ مولانا ظفر علی خاں کو بٹھا دیا جائے۔ تو چند نیازمندوں نے مولانا سے درخواست کی۔ کہ آپ امام مسجد کے حجرہ میں تشریف لے چلئے۔ مولانا نے فرمایا۔ میں یہیں کھڑا رہونگا۔ خواہ میرے ساتھ کیا ہی سلوک ہو۔ یہاں تو کوئی ایسا خطرہ نہیں۔ اگر واقعی میں کسی جگہ اپنے خطرناک سے خطرناک دشمنوں میں بھی گھرا ہوتا۔ تو میں جامع مسجد دہلی کے امام کے حجرہ میں پناہ لینے سے مرجانے کو ترجیح دیتا جنہوں نے سرکارپرستی کو اپنا شعار بنا رکھا ہے۔ مولانا کی اس جرأت و استقلال پر ہر طرف سے تحسین و آفریں کی صدائیں بلند ہوئیں" (۱۷ اکتوبر)

اگرچہ دوسرے بہت سے شاہدوں کی شہادت یہ ہے۔ کہ "مولانا" جان بچانے کی خاطر امام صاحب کے حجرہ میں جا دبکے۔ مگر "زمیندار" کہتا ہے۔ "مولانا" نے اس لئے حجرہ میں جانے سے انکار کردیا۔ کہ جن کی طرف وہ حجرہ منسوب ہوتا ہے۔ انھوں نے "سرکارپرستی کو اپنا شعار بنا رکھا ہے"۔

کہا گیا ہے۔ اس پر ہر طرف سے تحسین و آفرین کی صدائیں بلند ہوئیں۔ لیکن جب تھوڑی ہی دیر کے بعد "مولانا" موٹر میں بیٹھ کر رفوچکر ہونے پر مجبور ہوئے۔ تو کیا اس وقت اپنی مملکت کی سرحد پر جا ٹھیرے تھے۔ یا اسی سرکار کی حکومت کے کسی کونہ میں جا دبکے تھے جس کا طعنہ انھوں نے امام صاحب جامع مسجد کو دیا۔ اور جن کے حجرہ میں جان بچانے کے لئے جانے سے انکار کر دیا تھا۔

اگر "مولانا" جان کے لاگو اور لہو کے پیاسے مجمع سے نکل کر سیدھے اپنی اس حکومت میں جا داخل ہوتے جس کا نقشہ چند ہی دن قبل انھوں نے لاہور میں بایں الفاظ کھینچا تھا۔ کہ

"یہاں جو حکومت قائم ہوگی۔ وہ اس لحاظ سے اسلامی حکومت ہوگی۔ کہ اس میں ہر شخص ہمسایوں کے حق کو پہچانے گا۔ عورتوں کی عزت و عصمت محفوظ ہوگی۔ مسالمت اور رواداری کا دَور دَورہ ہوگا لوگوں کے سر انگریزوں کی بجائے خدائے واحد کے سامنے جھکیں گے اور پھر اگر ایسی حکومت میں کوئی مزاحم ہوا۔ تو اس کے لئے میر اللہ موجود ہوگا"۔ (زمیندار ۳ اکتوبر)

لیکن "سرکار پرست" امام کے حجرہ میں جانے سے انکار کر کے خود سرکار کی پناہ میں چلا جانا کہاں کی جوانمردی اور بہادری ہے۔

چند دن ہوئے۔ حضرت امام جماعت احمدیہ ایدہ اللہ تعالےٰ نے اپنے ایک خطبہ جمعہ میں برسبیل تذکرہ اس ملاقات کا ذکر فرمایا۔ جو گذشتہ سال حضور نے قیام شملہ کے دوران میں سابق گورنر پنجاب کی درخواست پر ان سے کی تھی۔ اور جس میں اقتصادی تحریکات جاری کرنے کا ذکر آیا تھا۔ آریہ اخبار "ملاپ" (۱۸ اکتوبر) نے اس کا نام "قادیانی خلیفہ سے گورنر پنجاب کی بازپرس" رکھا ہے۔ اور "زمیندار" (۱۹ اکتوبر) کے نزدیک یہ "ڈانٹ" ہے۔ جو حضرت امام جماعت احمدیہ نے "سر میلکم ہیلی کو اب پلائی ہے"!

نہرو رپورٹ کو کامیاب نہ بنانے کی وجہ سے چونکہ "ملاپ" اور "زمیندار" کے ذاتی اغراض متحد ہوگئے ہیں۔ اس لئے بیک وقت ایک ہی بات کے خلاف لکھنا ان کا فرض سہی۔ لیکن پہلے اکٹھے بیٹھ کر مشورہ تو کرلیا کریں۔ تاکہ متضاد رائے زنی سے انھیں شرمندہ اور نادم نہ ہونا پڑے۔

پچھلے دنوں جب ایک مقدمہ کے دوران میں ظفر علی سے عدالت میں سوال ہوا۔ کہ ایک جاہل مطلق اور کندہ ناتراش شخص اخبار "زمیندار" کی ادارت کے فرائض کس طرح انجام دے سکتا ہے۔ تو اس بدلگام اور ننگ اسلام نے نہایت بے باکی اور کمال بے شرمی سے جواب دیا۔ کہ جس طرح رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم باوجود امی ہونے کے فرائض رسالت کو سرانجام دیتے تھے۔ حالانکہ ایک جاہل سے جاہل اور بیوقوف سے بیوقوف مسلم بھی اپنے مذہب کے متعلق کم از کم اتنا علم اور ایمان ضرور رکھتا ہے۔ کہ حضور سرورِ عالم کا امی ہونا آپ کا ایک عظیم الشان معجزہ اور صداقت کی ایک ناقابل تردید دلیل ہے۔ اور آپ کو خدا تعالےٰ کی طرف سے علم اور قوت عمل عطا ہوتی تھی۔ لیکن اس مدعی مولویت نے ایک ان پڑھ اور بے دین گنوار کو جسے اس بزدل نے خود سزائے قید و بند سے بچنے کے لئے قربانی کا بکرا بنا رکھا تھا۔ افضل الانبیاء سے تشبیہ دینے میں ذرا بھی تامل نہ کیا۔

حال میں جب مسلمانانِ دہلی نے اپنی غیرت ایمانی سے مجبور ہو کر اس ملت فروش کی جوتوں سے تواضع کرنا ضروری سمجھا۔ تو اس نے اسی دن ایک اور تقریر کے دوران میں یہاں تک کہہ دیا:۔

"مجھے آج دہلی میں بہت بڑی فتح ہوئی۔ اور یہ فتح ایسی ہی ہوئی جیسی رسالت مآب کو مکہ معظمہ میں ہوئی تھی۔ آپ قرآن پڑھتے تھے۔ اور لفنگے و کفار آپ پر پتھر برسا رہے تھے۔ اسیطرح لفنگوں نے جامع مسجد میں میرے ساتھ کیا"

ملت فروشیوں۔ قوم سے غداریوں۔ بے لگامیوں۔ بداعمالیوں اور بدعنوانیوں کے باعث جمہور مسلمانوں سے سربازار جوتے کھا کر اپنے آپکو حضور سرور فخر دوجہان سے تشبیہ دینا ظفر علیخاں کا ہی کام ہوسکتا ہے۔ ورنہ کوئی اور مسلمان جس کے دل میں رائی کے برابر بھی ایمان موجود ہے۔ اس بے شرمی کی جرأت نہیں کرسکتا۔ ناظرین غور فرمائیں۔ کہ کہاں رسول مقبول کا محض خدا تعالےٰ کی راہ میں اور اسکی توحید کو قائم کرنے کی خاطر تکالیف جھیلنا۔ بار رسالت کی ادائیگی میں کفار کے ہاتھوں اذیتیں اٹھانا اور بہبودی خلق کیلئے سخت سے سخت مظالم کا نشانہ بننا اور پھر باوجود ان سب باتوں کے نہایت استقلال اور جرأت کے ساتھ اپنے فرائض کی ادائیگی میں مشغول رہنا۔ اور کہاں اس ننگ اسلام شخص کا ہندوؤں سے محض چند پیسے وصول کرنے کی خاطر مسلمانوں کو تباہ کرنے کی سازشیں کرنے کیوجہ سے جوتے کھا کر دم دبا کر بھاگنا.......

پردہ کے مسئلہ پر

مولوی محمد علی صاحب اور ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کے خیالات

(۱)

ڈاکٹر بشارت احمد کا سا انسان جو بات کا تبنگڑ بنانے اور سراسر کذب اور بہتان کی حمایت میں صفحوں کے صفحے سیاہ کرنے میں ید طولےٰ رکھتا ہو۔ پردہ کے متعلق اپنے اور مولوی محمد علی صاحب کے ان متضاد خیالات میں جو اخبارات میں آچکے ہیں۔ اور جن کا ذکر ۲ر اکتوبر کے "الفضل" میں بھی کیا گیا تھا۔ اتحاد ثابت کرنے میں جس طرح ناکام رہا ہے۔ وہ اس سے ظاہر ہے۔ کہ "پیغام" کے دو نصف کالموں سے زیادہ اپنے توسن قلم کو نہیں چلا سکا۔ یہی وجہ ہے کہ ان کا یہ مضمون غالباً ان تمام مضامین میں سے چھوٹا رہ گیا ہے جو آج تک "پیغام" کے صفحات میں شائع ہوئے۔ اور تعجب پر تعجب یہ ہے کہ وہ ڈاکٹر صاحب جو مضمون نویسی کے جوش میں خدا تعالےٰ کی ذات اقدس کے متعلق بھی ٹھٹول اور پھبتی کہنے میں دریغ نہیں کیا کرتے۔ اس موقعہ پر کوئی بات بنتی نہ دیکھ کر اسی عالی دربار میں اپنے اس درد کا داد خواہ ہوں ؟ کر رہے ہیں اور انما اشکو بثی و حزنی الی اللّٰہ کی تلاوت فرما رہے ہیں :

بلاشبہ ہر شخص کو اس دربار عالی سے داد خواہ ہونا چاہیئے جو سچے اور جھوٹے مجرم اور غیر مجرم میں حقیقی فیصلہ کر سکتا ہے۔ مگر سوال یہ ہے۔ کہ اس امر کی طرح اور کتنے امور ہیں۔ جن کا فیصلہ آج تک ڈاکٹر صاحب نے اس دن پر اٹھا رکھا "جب مرنے کے بعد خدا کے سامنے کھڑا ہونا ہے۔" کیا اسی موقعہ پر انہیں یہ بات معلوم ہوئی ہے۔ کہ "آخر ایک دن مرنا ہے۔" اور یہ حقیقت ابھی ابھی ان پر کھلی ہے۔ کہ "الحمد للّٰہ اس دن عدالت کے تخت پر وہ مالک یوم الدین خود بیٹھیگا۔"

اگر ایسا ہی ہے۔ تو اس کے ساتھ انہیں یہ بھی معلوم ہو جانا چاہیئے۔ کہ کوئی داد خواہ ہو یا نہ ہو۔ قیامت کے دن مالک یوم الدین خود ہر ایک بات کا فیصلہ فرما دیگا۔ اگر وہ کچھ کر سکتے ہیں۔ تو یہ کریں کہ اس دنیا میں اپنے بیان کی معقولیت اور مولوی محمد علی صاحب کے بیان سے مطابقت ثابت کر کے اہل دنیا سے فیصلہ چاہیں :

اس وقت جو کچھ انہوں نے لکھا ہے۔ غالباً کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی آگی دعا مانگ کر لکھا ہے۔ کیونکہ اس سے ان کا سابقہ بیان نہ صرف مولوی محمد علی صاحب کے خیالات کے مطابق ثابت نہیں ہوا۔ بلکہ اس میں اور زیادہ الجھن پیدا ہو گئی ہے۔

ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں :۔

"یہ حسن اتفاق ہے۔ کہ پردہ کے مسئلہ میں حضرت امیر کے اور میرے خیالات اس بارہ میں متفق ہیں۔"

گویا یہ "حسن اتفاق" ہے۔ کہ ڈاکٹر صاحب اور ان کے حضرت امیر کے خیالات پردہ کے مسئلہ میں متفق ہو گئے۔ ورنہ ان کے خیالات ہمیشہ ایک دوسرے کے خلاف ہی رہتے ہیں۔ اور اس میں وہ کوئی حرج بھی نہیں سمجھتے۔ کیونکہ ان کے نزدیک اپنے امیر سے "اختلاف کرنا ناجائز نہیں"۔ لیکن اس "حسن اتفاق" کی حقیقت بھی اس وقت بخوبی ظاہر ہو جاتی ہے۔ جب مولوی صاحب کے خیالات اور ڈاکٹر صاحب کے پہلے بیان اور ان کی حال کی تشریح پر نظر کی جائے۔

مولوی محمد علی صاحب نے پردہ کے متعلق اظہار خیالات کرتے ہوئے فرمایا تھا۔

"قرآن نے ضروریات زندگی کی خاطر چہرہ کو پردہ سے مستثنےٰ کر دیا ہے۔"

اور ضروریات زندگی" میں "سیر کے لئے نکلنا" انہوں نے بہت ضروری قرار دیا تھا۔

اس کے مقابلہ میں ڈاکٹر بشارت احمد صاحب نے لا یبدین زینتھن الا ما ظھر منھا کی آیت کو پیش کر کے یہ استدلال کیا تھا۔ کہ

"اپنی زینت کی چیزوں کو ظاہر نہ کریں۔ سوائے اس کے جو چار و ناچار کھلا رہتا ہے۔ مثلاً ہاتھ اور آنکھیں ناک اور منہ"

دونوں بیان بالکل صاف اور واضح ہیں۔ جہاں مولوی صاحب سیر کے لئے نکلنے کے وقت سارے چہرہ کو کھلا رکھنے کے جواز کا دعویٰ کر رہے ہیں۔ وہاں ڈاکٹر صاحب قرآن کریم کی آیت سے چہرہ کے صرف اتنے حصہ کو پردہ سے باہر رکھنا ثابت کر رہے ہیں۔ جو "چار و ناچار کھلا رہتا ہے" اور ساتھ ہی اس حصہ اور اسے "چار و ناچار" کھلا رکھنے کی تشریح یوں فرماتے ہیں۔ کہ

"دیکھنے کے لئے آنکھیں۔ تنفس کے لئے ناک بات کرنے کے لئے منہ۔ کام کرنے کے لئے ہاتھ"

اس سے زیادہ چہرہ کے کسی حصہ کے متعلق ڈاکٹر صاحب نے چار و ناچار کھلا رکھنا تسلیم نہیں کیا۔ اور نہ سیر کے لئے نکلتے وقت سارے کے سارے رخسارے۔ پیشانی اور ٹھوڑی کو جو چہرہ کے باقی ماندہ حصے ہیں۔ چار و ناچار کھلا رکھنے کی ضرورت میں داخل کیا ہے۔ جیسا کہ مولوی صاحب نے سارے کے سارے چہرہ کو ضرورت سیر کی خاطر کھلا رکھنے کا فتوےٰ دیا ہے۔

پھر ڈاکٹر صاحب نے اسی مضمون میں دوسری جگہ خود لکھ دیا ہے :۔

"شریعت اسلام کی رو سے ہاتھ اور چہرہ کا اتنا حصہ جس میں آنکھیں۔ ناک اور منہ ہے۔ کھلا رہنا جائز ہے"

گویا مولوی صاحب کے نزدیک تو وہ حصۂ جسم جس کا نام "چہرہ" ہے۔ سارے کا سارا قرآن نے پردہ سے مستثنےٰ کر دیا ہے۔ لیکن ڈاکٹر صاحب کے نزدیک سارے کا سارا چہرہ مستثنےٰ نہیں کیا گیا۔ بلکہ اس کا صرف وہ حصہ جس میں آنکھیں ناک اور منہ ہو مستثنےٰ کیا ہے۔ اب ایک ساری چیز اور اس کے "ایک حصہ" میں فرق خواہ وہ حصہ کتنا ہی چھوٹا ہو۔ سکول کی ادنےٰ جماعت کے طالب علم کو بھی خوب معلوم ہے۔ اور کوئی باہوش انسان ایک مکمل چیز اور اس کے حصہ کو مساوی نہیں کہہ سکتا۔ لیکن ڈاکٹر صاحب چہرہ کے ایک حصہ کو پردہ سے مستثنےٰ قرار دینے اور مولوی صاحب کے سارے چہرہ کو بے پردہ رکھنے کے باوجود فرماتے ہیں۔

"دونوں میں کوئی تضاد نہیں۔ بات ایک ہی ہے"۔ اور یہ کہتے ہوئے پھولے نہیں سماتے۔ کہ "یہ حسن اتفاق ہے۔ کہ پردہ کے مسئلہ میں حضرت امیر اور میرے خیالات اس بارہ میں متفق ہیں"۔ اگر اسی کا نام خیالات کا اتفاق ہے۔ تو نہ معلوم خیالات کا تضاد کس جانور کا نام ہے۔

معلوم ہوتا ہے۔ باوجود اس بارہ میں "متفق" ہونے کا دعویٰ کرنے کے خود ڈاکٹر صاحب کو تضاد کا کھٹکا ہے۔ اور انہیں ضرورت محسوس ہوئی ہے۔ کہ اپنے پہلے بیان میں کچھ اضافہ فرمائیں۔ چنانچہ انہوں نے لکھا :۔

"میں نے زیادہ تشریح سے کام لے کر بتا دیا تھا۔ کہ چہرہ سے مراد وہ حصہ ہے۔ جس میں آنکھیں ناک اور منہ شامل ہیں"

ڈاکٹر صاحب نے بڑی ہی مہربانی کی۔ جس کا ہر شخص کو کھلے دل سے اعتراف کرنا چاہیئے۔ کہ انہوں نے اپنے "امیر ایدہ اللہ" کی طرح صرف "چہرہ" کا لفظ استعمال نہ کیا۔ بلکہ زیادہ تشریح سے کام لے کر بتا دیا۔ کہ چہرہ سے مراد وہ حصہ ہے۔ جس میں آنکھیں ناک اور منہ شامل ہیں۔ اگر جناب ڈاکٹر صاحب یہ تشریح کرنے کی تکلیف گوارا نہ فرماتے۔ تو دنیا میں اندھیر مچ جاتا۔ کیونکہ "چہرہ" کا لفظ دنیا نے اس سے قبل کبھی سنا ہی نہ تھا۔ یہ بالکل پہلی بار ہے۔ کہ اس لفظ کو "حضرت مولانا محمد علی صاحب امیر جماعت احمدیہ لاہور" نے اور پھر جناب ڈاکٹر صاحب نے ایجاد کر کے لوگوں کے سامنے پیش کیا۔ ایسی صورت میں بہت ممکن تھا۔ کہ تمام کے تمام لوگ "چہرہ سے مراد وہ حصہ" لے لیتے۔ جس میں سینہ اور پیٹ شامل ہے۔ یا اس سے وہ حصہ سمجھ لیتے۔ جو رانوں۔ گھٹنوں اور پاؤں پر مشتمل ہے۔ اور جب ان کے کان میں مولوی محمد علی صاحب کی یہ آواز پڑتی کہ "ضروریات زندگی کی خاطر چہرہ کو پردہ سے مستثنےٰ کر دیا گیا ہے"۔ تو وہ فوراً اپنی سمجھ کے مطابق جس حصہ جسم کو چہرہ سمجھتے اسے برہنہ کر کے صفحۂ عالم پر نہایت بھیانک نظارہ پیش کر دیتے۔

اس خطرۂ عظیم کو قبل از وقت محسوس کر کے جناب ڈاکٹر صاحب نے دنیا پر یہ احسان کیا کہ زیادہ تشریح سے کام لے کر بتا دیا۔ کہ "چہرہ سے مراد وہ حصہ ہے۔ جس میں آنکھیں۔ ناک اور منہ شامل ہیں"۔

اگر اسی بنا پر ڈاکٹر صاحب کو "چہرہ سے مراد" کی زیادہ تشریح کی ضرورت پیش آئی۔ اور انہوں نے آنکھیں ناک اور منہ کو چہرہ قرار دیا۔ تو ہم بھی ان کی اس بنی نوع انسان کی اس بہت بڑی خدمت کا کھلے دل سے اعتراف کرتے ہیں۔ لیکن اس کے ساتھ ہی یہ بھی گذارش کریں گے۔ کہ ان کی اس تشریح کو مولوی محمد علی صاحب درست نہیں قرار دیں گے۔ کیونکہ جہاں تک میرا قیاس کام دیتا ہے۔ میں سمجھتا ہوں۔ ان کے نزدیک چہرہ سے مراد صرف وہ حصہ نہیں۔ جو ڈاکٹر صاحب نے اپنی تشریح میں پہلے بیان فرمایا تھا۔ اور اب اس میں کچھ "حصہ رخساروں کا" اضافہ کیا ہے۔ بلکہ ان کے نزدیک

سارے کے سارے رخسارے پیشانی کان اور ٹھوڑی بھی داخل ہیں۔ ان سب کا نام اور ڈاکٹر صاحب کے بیان کردہ اجزا کے مجموعے کا نام وہ چہرہ قرار دیتے۔ اور پھر اسے پردہ سے مستثنیٰ بتاتے ہیں۔ ہاں اگر مولوی صاحب یہ اعلان فرما دیں۔ کہ چہرہ میں یہ چیزیں شامل نہیں ہیں۔ اور چہرہ صرف اس حصہ کو کہا جاتا ہے۔ جس میں آنکھیں ناک اور منہ شامل ہے۔ تو پھر مان لیا جائے گا۔ کہ جس حصہ کو مولوی صاحب نے چہرہ کہکر پردہ سے مستثنیٰ بتایا تھا۔ اسی حصہ کو ڈاکٹر صاحب نے آنکھیں۔ ناک اور منہ کہکر پردہ سے باہر رکھنا جائز قرار دیا۔ اور اس طرح یہ "حسن اتفاق" واقعہ ہوا۔ کہ "پردہ کے مسئلہ میں حضرت امیر کے اور ڈاکٹر صاحب کے خیالات اس بارے میں متفق ہو گئے"۔

ڈاکٹر صاحب نے چہرہ کے متعلق زیادہ تشریح سے کام لینے اور چہرہ سے مراد وہ حصہ لینے جس میں آنکھیں اور ناک اور منہ واقع ہیں۔ یہ وجہ بیان کی ہے۔ کہ "کوئی شخص غلطی سے سر کے بالوں کے سنگار یا کان اور گلے کے زیورات کو چہرہ کے کھلنے میں شامل نہ سمجھ لے"۔

ممکن ہے ڈاکٹر صاحب کو کسی ایسے شخص سے واسطہ پڑا ہو۔ جو اس قسم کی غلطی کا مرتکب ہوا ہو۔ اور جس نے چہرہ کے کھلنے میں سر کے بالوں کے سنگار یا کان اور گلے کے زیورات کو بھی شامل سمجھ لیا ہو۔ کسی اور کے تو وہم میں بھی یہ نہیں آسکتا۔ کہ چہرہ سے مراد سر کے بالوں کا سنگار اور کان اور گلے کے زیورات لینے والا کوئی انسان صفحہ دنیا پر پایا جائے۔ ڈاکٹر صاحب نے کس دنیا کے لوگوں کو اس غلطی سے بچانے کیلئے یہ تشریح فرمائی تھی ذرا اس کا نام تو لیں۔ اور کوئی ایک ہی انسان ایسا پیش کریں۔ جو سر کے بالوں کے سنگار اور کان اور گلے کے زیورات کو چہرہ میں شامل کرتا اور انہیں چہرہ کا حصہ سمجھتا ہو۔ اگر کوئی بھی ایسا انسان پیش نہیں کیا جا سکتا۔ اور قطعاً نہیں پیش کیا جا سکتا۔ تو ڈاکٹر صاحب خود ہی غور فرمائیں۔ انکی بیان کردہ وجہ کس قدر بودی اور کتنی کمزور ہے۔

ڈاکٹر صاحب کے الفاظ سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ سر کے بالوں کا سنگار اور کان و گلے کے زیورات کو چہرہ کے کھلنے میں شامل نہیں سمجھتے۔ لیکن بغیر سنگار کئے سر کے بال اور زیورات سے خالی کان اور گلا بیشک چہرہ کیساتھ کھلا رکھا جائے۔ اس میں کوئی حرج نہیں ہے اسے اس "حسن اتفاق" کی برکت قرار دیا جائے۔ جو نہ معلوم کتنے عرصہ کے بعد حضرت امیر کے اور ڈاکٹر صاحب کے خیالات متفق ہونے پر واقعہ ہوا ہے۔ اور جس کا پتہ خوش قسمتی سے ڈاکٹر صاحب کو اب لگا ہے۔ ورنہ یہی ڈاکٹر صاحب اپنے پہلے مضمون میں صاف طور پر لکھ چکے ہیں:-

"اسلام میں فقط ہاتھ۔ آنکھیں۔ ناک اور منہ کا کھلا رہنا جائز ہے۔ اس سے زیادہ نہیں"

مگر اب اپنے امیر صاحب کے خیالات سے متفق ہونے کی خاطر نہ صرف چہرہ کے بقیہ اجزاء کو بلکہ سر کے بالوں اور گلے اور کانوں تک کا کھلا رہنا جائز قرار دے رہے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب کو یہ اتحاد مبارک

ڈاکٹر کرم الٰہی صاحب مرحوم کے مختصر حالات زندگی

مرحوم کی پیدائش بمقام فضلا ضلع گوجرانوالہ ۱۸۴۶ء میں ہوئی۔ آپ کی تعلیم کا پہلے گھر میں انتظام کیا گیا۔ جہاں آپ نے عربی۔ فارسی اور اردو میں کافی دسترس حاصل کی۔ اس زمانہ میں انگریزی عملداری کا نیا نیا دور تھا۔ اور لاہور میں ڈاکٹری تعلیم کے لئے نیا نیا سکول کھلا تھا۔ ۱۸۶۶ء میں آپ وہاں داخل ہو گئے۔ دوران تعلیم میں مختلف مضامین میں انعام حاصل کرتے رہے۔ اور ۱۸۶۹ء میں ہاسپٹل اسسٹنٹ کا امتحان اعزاز کے ساتھ پاس کرنے کے بعد فوج میں بطور ڈاکٹر ملازم ہو گئے۔ اور قابل قدر خدمات انجام دیں۔ اسی زمانہ میں آپ نے انگریز افسروں سے انگریزی کی تعلیم حاصل کی۔ اور اس زبان میں خاصہ ملکہ حاصل کیا۔ ۱۸۸۰ء میں ہیضہ اور دیگر وبائی امراض میں اعلیٰ خدمات انجام دینے کے صلہ میں آپکو ایک سو روپیہ بطور انعام سرکار کی طرف سے ملا۔ تیمر کے اپریشن میں پنجاب بھر میں اول رہے۔ اور سرکاری رپورٹ میں آپ کی خاص طور پر تعریف ہوئی۔ ۱۸۸۵ء میں جہلم میں قائم مقام سول سرجن کے عہدہ پر رہے اور کبھی مختلف مقامات پر تعینات رہے۔ ۱۸۹۲ء میں آپ نے ڈاکٹر چیڈل کی کتاب

Artificial Feeding of infants

کا اردو میں ترجمہ کیا۔ اور کتاب کا نام تغذیۃ الصبیان رکھا۔ جس کو گورنمنٹ نے بے حد پسند کیا۔ ۱۸۹۳ء میں آپ ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پاگل خانہ لاہور مقرر ہوئے۔ ۱۸۹۸ء میں جبکہ آپ لاہور ہی تھے۔ آپ داخل سلسلہ احمدیہ ہوئے۔ آپ کی وفات کے بعد ایک پرزہ کاغذ پر آپ کی یہ تحریر پائی گئی ہے۔

"خدا کا شکر ہے کہ مجھکو ۳۰ سال سے حضرت مسیح موعودؑ کی بیعت اور غلامی کا شرف حاصل ہے۔ اور پھر حضرت خلیفہ اول اور حضرت خلیفۃ المسیح ثانی کے خادم ہونے کا آج تک فخر حاصل ہے"۔

حضرت مسیح موعودؑ کے ایما اور دعا سے آپ کی تبدیلی امرتسر ہو گئی۔ جہاں کہ ۱۹۱۱ء تک آپ سرکاری ملازمت میں رہے۔ آپ نے ۴۲ سال کی سروس کے بعد پنشن پائی۔ اور قریباً دس سال تک پرائیویٹ پریکٹس امرتسر میں ہی کرتے رہے۔ آل انڈیا سب اسسٹنٹ سرجن ایسوسی ایشن کے پریذیڈنٹ رہے۔ شروع عہد خلافت ثانیہ سے معتمد صدر انجمن احمدیہ تھے۔ اور ۱۹۲۱ء میں جب مختلف جماعتوں کے امیر مقرر کئے گئے۔ تو حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو جماعت امرتسر کا امیر مقرر فرمایا۔ ۸۰ برس کی عمر میں ۱۰/ اگست ۱۹۲۸ء انتقال فرمایا انا للہ وانا الیہ راجعون۔ انجمن حمایت اسلام لاہور کے آپ سرگرم ممبر تھے۔ سلسلہ احمدیہ میں داخل ہونے سے پہلے ہی آپ کے خیالات میں ایک وسعت پیدا ہو چکی تھی۔ ان دنوں میں سر سید احمد خاں صاحب کا بہت چرچا تھا۔ اور ان کی تعلیمی پالیسی کے متعلق مسلمان علماء میں بہت ہلچل تھی آپ سر سید احمد خاں کے زبردست حامی تھے۔ اور ان کی کتابوں اور رسالوں کو اکثر مطالعہ میں رکھتے تھے۔ تہذیب الاخلاق کے خریدار تھے۔ اور سر سید کے لیکچروں کو خاص دلچسپی سے سنتے تھے۔ حضرت مسیح موعودؑ کی تصنیف براہین احمدیہ کے طبع ہونے پر آپ نے فوراً اس کتاب کو حاصل کیا۔ اور اس کے مطالعہ سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ آپ کو اخلاص پیدا ہو گیا۔ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے دعویٰ کی اشاعت کی۔ تو دو ایک چھوٹے چھوٹے واقعات نے سلسلہ سے شغف پیدا کرنے میں آپ کے دل پر خاص اثر کیا۔ ۱۸۹۲ء کا ذکر ہے۔ کہ اس زمانہ میں مہدی کے ظہور کا عام چرچا تھا۔ شائد اس چرچے کا محرک کوئی آسمانی نشان تھا۔ کسوف خسوف یا کچھ اور۔ جناب والد صاحب ان دنوں انچارج جیل ڈسپنسری ملتان تھے۔ بھائی عبدالمجید صاحب اس وقت چھوٹے تھے۔ اور اپنی چھوٹی ہمشیرہ کے ساتھ باہر میدان میں کھیل رہے تھے۔ سامنے جیل خانہ کی دیوار کے ساتھ ایک بہت لمبی بانس کی سیڑھی لگی ہوئی تھی۔ انہوں نے چھوٹی ہمشیرہ کو مخاطب کر کے کہا۔ کہ یہ سیڑھی حضرت عیسیٰ کو آسمان سے آتارنے کے لئے بن رہی ہے۔ اس نے جواب دیا۔ کہ آسمان پر تو آدمی مر کر جاتا ہے۔ والد صاحب مرحوم یہ تمام گفتگو سن رہے تھے۔ اور آپ یہ واقعہ بعد میں گھر میں سنایا کرتے تھے۔ یہ بھی فرماتے تھے۔ کہ اس گفتگو سے وفات مسیح کے متعلق ان کے اطمینان میں اور ترقی ہوئی۔ جب آپ ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پاگل خانہ لاہور تھے۔ تو ایک روز ایک سکھ پاگل کو اپنے مرض کا دورہ ہو رہا تھا۔ اس اثناء میں اس نے والد صاحب کو مخاطب کر کے کہا کہ "باوا کھیم سنگھ بیدی کا نام اتر گیا ہے۔ اور مرزا غلام احمد کا نام چڑھ گیا ہے"۔ یہ بات آپ کے داخل سلسلہ ہونے میں بطور تحریک کے ثابت ہوئی۔ جب آپ لاہور میں تعینات تھے۔ ایک دفعہ حضرت مولوی نور الدین صاحب (خلیفہ اول رضی اللہ عنہ) مع مولوی حسن علی صاحب پاگل خانہ کے قریب سے گذرے تو ان کے دل میں پاگل خانہ دیکھنے کی تحریک پیدا ہوئی۔ چنانچہ حضرت خلیفہ اول رضؓ اور مولوی صاحب والد صاحب کے پاس تشریف لے گئے۔ والد صاحب ابھی بیعت میں داخل نہ ہوئے تھے۔ ان کے پاگل خانہ دیکھنے کی خواہش ظاہر کرنے پر آپ ان کے ہمراہ ہو لئے اور پاگل خانہ کے کئی مقامات کا ملاحظہ کرایا۔ جب آپ Dangerous ward (خطرناک حصہ) دکھانے گئے تو اس وقت ایک پاگل مسمی غلام علی کو مرض کا دورہ ہو رہا تھا۔ والد صاحب نے ایک سپاہی کو اشارہ کیا۔ کہ اس کو بند کر دے لیکن پاگل نے کہا کہ مجھے پہلے اس مولوی (مراد حضرت خلیفہ اول رضؓ) کے ساتھ بات کر لینے دو۔ پھر مجھے بند کرنا۔ آپ نے سپاہی کو کہا کہ اسکو ادھر لے آؤ۔ چنانچہ سپاہی اس پاگل کو ان کے پاس لے آیا اس نے آتے ہی حضرت خلیفہ اول رضؓ سے کہا۔ "بتا عیسیٰ کہاں ہے"